ماہانہ نیوز لیٹر

شمارہ نمبر 04 | ربيع الثاني 1446 / اکتوبر 2024

Islamic Lifestyle & Motivation
PATHWAY TO ILM

ہمارا چوتھا نیوز لیٹر!

ربیع الثانی بھائی چارگی اور اسلام کے ابتدائی ایام میں اہم واقعات کا مہینہ ہے

ربیع الثانی یا ربیع الآخر اسلامی سال کا چوتھا قمری مہینہ ہے۔ عرب کے لوگ اسے اکثر ربیع الآخر ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اسکے معنی موسم بہار کی نشاۃ ثانیہ ہیں۔ بہار کی نشاۃ ثانیہ سے مراد رسول پاک ﷺ نے کمال اہتمام اور زبردست آمادگی کے ساتھ تبلیغ دین کے عنوان سے فرمایا تھا۔اسی ماہ مبارک بہار کی نشاۃ ثانیہ میں تبلیغ دین کا غلغلہ ہوا۔

اس ماہ مبارک میں حضرت زیدؓ ابن حارث اور حضرت ابو بکر صدیقؓ شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات اور شواہد ایسے ہیں جن کا ظہور خصوصیت کے ساتھ اسی مہینے ہوا۔ 1 ھ ربیع الثانی ہی میں عبداللہ بن سلامؓ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ان کے ہمراہ اہل خانہ اور ان کی پھوپھی خالدہ بنت حارث نے بھی اسلام قبول کیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ابھی ابو ایوب میزبان رسول ﷺ کے گھر تشریف نہ لائے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔اس موقع پر ان کے ہی حق میں دو آیات مبارکہ نازل ہوئی تھیں۔

مہاجرین وانصار میں مواخات بھائی بندی ربیع الثانی میں ہوئی۔ ربیع الثانی 3ھ کو اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا وصال ہوا۔ان کی کنیت ام المساکین تھی۔ فقراء ومساکین کو نہایت سخاوت کے ساتھ کھانا کھلایا کرتیں تھیں۔ آپؐ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہوئیں، عمر 30 برس تھی۔ ربیع الثانی 6ھ غزوہ ذی قرد پیش آیا۔اِس غزوہ کو غزوہ الغابہ بھی کہتے ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ بن حض نے 40 سواروں کے ساتھ آپ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ تن تنہا پیدل سب مسلمانوں سے آگے نکل گئے مشرکوں پر تیر اندازی کرتے ہوئے تمام مویشی واگذار کرالئے اور دشمن کے ہاتھ سے 30 چادریں 30 نیزے، 30 ڈھالیں بھی چھین لیں اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو واصل جہنم کیا۔ یہ تنہا اونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ پہنچ گئے۔ آپؐ وہیں سے مدینہ منورہ واپس آگئے۔

ربیع الثانی 6ھ سریہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ (سریہ اس کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ شریک نہ ہوں بلکہ ان کے حکم سے مجاہدین اسلام کا لشکر روانہ کیا گیا ہو) حضرت عکاشہ کو 40 سواروں کی معیت میں عمر زوق کی طرف بھیجا گیا۔ یہ بنو اسد کے کنویں کا نام ہے جو مکہ کے راستے پر واقع تھا۔ یہ حضرات غنیمت کے 200 اونٹ لائے، کسی سے مقابلہ نہ ہوا نہ کوئی شہید ہوا۔ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

ربیع الثانی 6ھ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو 10 افراد کی معیت میں بنو معاویہ کی طرف بھیجا یہ لوگ ربذہ کے راستے میں موضع ذوالقصہ میں آباد تھے۔ کفار مکہ کو غلبہ ہوا اور ان میں سے بیشتر حضرات شہید ہوگئے۔ سرکار دوعالم ﷺ کو اسکی خبر ملی تو ان کی مدد کیلئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بھیجا۔انہوں نے کفار سے انتقام لیا۔ ربیع الثانی 6ھ کے آخری دن حضرت زین بن حارثؓ کو سریہ بنی سلیم کی طرف موضع جموم بھیجا گیا۔ یہ مدینہ سے 21 میل پر بطن نخلہ کے قریب ایک جگہ تھی۔ ان حضرات نے دشمن کے چند افراد کو پکڑا، ان کے اونٹوں پر قبضہ کیا اور مدینہ واپس آگئے۔

-مولانا اکرام اُحمد

جنت میں داخل ہونے کے 100 راستے

16 وضو کرکے ۲ رکعت تحیۃ الوضو ادا کرنا

17 حج مبرور کا ادا کرنا

18 لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پر خاتمہ کا ہونا

19 سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ العَظِيمِ کا پڑھنا

20 جس نے بارہ سال اذان دی

حوالہ: جنت میں داخل ہونے کے 100 راستے از ڈاکٹر شبیر احمد

تزکیہ میں صبر کی اہمیت

ہر وہ بات جو دل پر گراں گزرے اس کو برداشت کرنے کو صبر کہتے ہیں۔

صبر کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

صبر کی پہلی قسم یہ ہے کہ احکام الٰہی کی اطاعت پر صبر کریں۔ مطلب یہ کہ وہ ساری عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی بجاآوری میں جو مشکلات اور مصائب پیش آئے، ان پر صبر کریں اور ان کی ادائیگی میں استقامت وثابت قدمی سے کام لیں۔ صبر کی یہی قسم ہر طرح کے نامساعد حالات کے باوجود انسان کو احکام الٰہی کی بجاآوری میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انسان اپنی عبادات میں منظم رہتا ہے اور **نتیجتا** اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے

صبر کی دوسری قسم میں بندہ اپنے آپ کو ان تمام کاموں سے بچاتا ہے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ گناہوں کو ترک کرنا صبر کی انتہائی بہترین صورت ہے، چنانچہ گناہ و معاصی کے اسباب ووسائل کی بہتات ہونے کے باوجود نفس کو روکنا یعنی ان سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھنا بہترین صبر ہے۔

صبر کی تیسری قسم رضا بالقضاء کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کے آگے بندہ بلاچوں وچرا سر تسلیم خم کریں۔ اللہ رب العزت کی جانب سے جو اچھا اور برا پیش آئے اس کو اللہ کی طرف سے مقدر سمجھے اور اس پر راضی رہے۔ لوگوں سے خواہ مخواہ اپنی تکالیف کی شکایت کرنے سے بچنا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اپنے رب سے تکلیف اور مصیبت ٹلنے کی دعا بھی جاری رکھنی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا عمل ہمارے سامنے ہے۔ وہ ہمیں اپنے عمل سے صبر کے صحیح معنی سمجھا گئے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے درد، دکھ، تکلیف اور پریشانی دور کرنے کی دعا کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بلکہ تقدیر شدہ امور کے بارے میں شکایت کرنا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور میرا ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ ایسی شکایات کرنا بے صبری کے زمرے میں آتا ہے۔ مومن کی شان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیرا جو بات پیش آئے اس پر راضی رہے اور اس کی نسبت بطور شکایت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کریں۔

۔مولانا عمر آلڈریڈ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور ابتدائی زندگی کی ایک جھلک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے زندگی کے ابتدائی چند دنوں تک دودھ پلایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا ابو لہب کی ثوبیہ نامی ایک لونڈی نے دودھ پلایا۔ آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ابو لہب نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا۔ ابو لہب کا یہ عمل اپنے خاندان میں ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا تھا، اس طرح وہ آپ کے رضاعی بھائی ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ میں آپس کا تعلق مزید مضبوط ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی ثوبیہ سے بہت نرمی اور شفقت سے پیش آتے، اور ان کو تحفے تحائف بھی ارسال فرماتے۔ اور بعد میں ان کی وفات کی خبر پر ان کے گھر والوں کو اکرام اور عزت دینے کا بھی اظہار فرمایا۔

آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ نے اپنے لخت جگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت عرب دستور کے مطابق بنو سعد قبیلے کی ایک خاتون حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا، تاکہ دیہی علاقے میں ان کی اچھی صحت وزباں دانی خالص فطری ماحول میں پروان چڑھے۔ جب حلیمہ سعدیہ آپ علیہ السلام کو گھر لے کر آئیں تو ان کے گھر میں غیر معمولی مثبت تبدیلی رونما ہوئی۔ آپ کی تشریف آوری سے حلیمہ کے گھر موجود مویشیوں نے معجزانہ طور پر غیر معمولی دودھ دینا شروع کیا اور آس پاس ہر طرف برکتیں ہی برکتیں آنے لگی۔ اور بہت جلد ارد گرد خاندان والوں میں اس کا چرچا ہونے لگا اور حلیمہ سعدیہ یکایک مشہور ہو گئیں

چار سال کی عمر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے تو ایک دن آپ کے ساتھ ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ حضرت میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام دو فرشتے آپ کے پاس آئے، آپ کا دل صاف کیا، اور شر و نجاست کے اثرات کو باہر نکال پھینکا۔ اس واقعہ سے حلیمہ سعدیہ کو تو ضرور تشویش ہوئی لیکن بی بی آمنہ نے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغمبرانہ اشارہ سمجھا۔

چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ مدینہ منورہ کی طرف ایک سفر میں داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیدائش سے قبل باپ کے سائے سے محروم دنیا میں تشریف لائے تھے، اب چھ سال کی عمر میں والدہ کے سائے سے بھی محروم ہو گئے۔

والدہ کی وفات نے آپ کو بہت غمزدہ کیا اور اس کے بعد آپ براہ راست اپنے دادا عبد المطلب کی پرورش میں آئے، جنہوں نے آپ کا خوب خیال رکھا۔ آٹھ سال کی عمر میں عبد المطلب بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی دیکھ بھال آپ کے چچا ابو طالب کرنے لگے۔

آپ علیہ السلام کی ابتدائی عمر جہاں حلیمہ سعدیہ اور ثوبیہ کی پیار اور شفقت کی آغوش میں گزری، وہی آپ کو اپنی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ اور دادا جی عبد المطلب کی جدائی کا تلخ گھونٹ بھی برداشت کرنا پڑا۔ کم عمری میں غم و خوشی کے ان ملے جلے تجربات نے آپ کی شخصیت پر بے پناہ مثبت اثرات مرتب کئے، جن میں صبر، ہمدردی، ایثار و محبت، احترام و اکرام اور زندگی میں مشکلات اور مسائل سے نمٹنا خاص کر شامل ہیں۔

۔مفتی عبدالکریم

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اپنی زندگی کے آخری لمحات میں علمی شغف

ابراہیم ابنِ جراح نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے متعلق ان کے علمی ذوق کا ایک نہایت ناقابلِ یقین واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام ابو یوسف کے پاس اس حال میں حاضر ہوا جب وہ قریب المرگ تھے اور ضعف و کمزوری اس قدر غالب تھی کہ بڑی مشکل سے انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کچھ یوں مخاطب ہوئے: اے ابراہیم! ایک حاجی کیلئے جمرات پیدل یا سواری پر زیادہ مناسب ہے؟ میں نے جواب میں کہا کہ پیدل۔ اس پر انہوں کہا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، پھر میں نے کہا کہ سواری پر اس وقت بھی انہوں نے مجھے غلط قرار دیا اور پھر اس کی وضاحت میں فرمایا کہ اگر پتھر پھینکنے کے بعد حاجی دعا کے لئے رکے، تو پیدل اور اگر وہ دعا کے لئے نہ رکے تو اس صورت میں سواری پر ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد میں جیسے ہی اٹھا تو دروازے تک پہنچنے سے قبل ہی گھر کی خواتین کی چیخ و پکار میں ان کی وفات کی خبر گونج رہی تھی۔ بستر مرگ پر مرض الموت کی اس حالت میں اس قدر علمی شغف رکھنے سے ایک ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے دین اسلام کی بقاء کی خاطر اپنے آپ کو مکمل دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اگر ان کے لیے اسلام کے علم پر گفتگو کرنے سے زیادہ کوئی محبوب چیز ہوتی، تو وہ اس سخت پریشانی اور غم کے وقت میں اسی میں مشغول ہو جاتے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ وہ نامی گرامی شخصیت تھی جنھوں نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کی تھی۔ ان کے استاد امام ابو حنیفہ اور اسي طرح امام محمد اور امام ظفر رحمھم اللہ نے بھی اپنی پوری زندگی مکمل تندہی سے قرآن و سنت سے زندگی کے ان مسائل کا استنباط اور استخراج کیا جن سے ہم آج تک مستفید ہو رہے ہیں۔ یہی ان کے وہ استخراج و استنباط شدہ مسائل ہیں جو آج تک ہماری قدم قدم رہنمائی کر رہے ہیں۔

فقہ کے ایک ایک پیچیدہ اور باریک مسئلے پر کئی دن، کئی ہفتے اور بعض اوقات کئی کئی مہینے مسلسل بحث چل رہی ہوتی۔ ان کی اس سخت محنت اور کاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ فقہ حنفیہ جیسا فقید المثال مکتب فکر وجود میں آیا۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمھم اللہ جو دیگر مکتب فکر کے ائمہ ہیں ان کی بھی دین اسلام کے مسائل کی فراہمی میں بڑی محنت اور کاوش ہے۔ یہ تمام حضرات ورع و تقویٰ، علم و فضل اور اخلاص کے اعلی مراتب پر فائز تھے۔ دین اسلام کے تمام شعبوں (نماز، زکوۃ، حج، صوم، بیوع اور دیگر عبادات) سے متعلق پیچیدہ مسائل واحکام کو ہمارے لئے آسان پیش کرنے میں ان حضرات نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام فقہاء کو ان کی ان کاوشوں کے عوض اپنے انعام واکرام سے نوازے اور ان کی قبروں کو اپنی خاص رحمت سے بھر دیں۔

حوالہ: راستہ کے موتی، صفحہ: 72-73

-<u>مولانا اشفاق اکبر</u>

حدیث

علامتِ بھلائی: دین کی سمجھ

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

"اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی گہری سمجھ عطا کر دیتا ہے". (صحیح بخاری اور صحیح مسلم)

شکر کی اہمیت و فضیلت

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی تمام عطاء کردہ نعمتوں کے اعتراف کو شکر کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے باقاعدہ اس وصف کو اپنانے کا حکم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آلِ داؤد علیہ السلام کو اس کی ہدایت فرمائی ہے:

اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ

"اے داؤد کے گھر والو! شکر ادا کرنے کے لیے عمل کرو۔ اور بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے پورے شکر گزار ہیں"۔ (سورۃ سبأ، آیت 13)

شکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ قرآن کریم میں شکر کا ذکر ستر مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شکر ادا کرنے والوں کو سراہا ہے اور ان کو عظیم انعام واکرام سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے، جبکہ ناشکری کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ شکر والی زندگی گزارنے کے لئے ہمارے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور وہ بڑے شکر گزار بندے تھے"۔ لفظ شکر سے حضرت نوح علیہ السلام کی بے مثال خوبی بتانا مقصود ہے۔ اور حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

"نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اس نے انہیں چن لیا تھا، اور ان کو سیدھے راستے تک پہنچا دیا تھا"۔ (سورہ نحل، آیت 121)

حضرت لقمان علیہ السلام کو بھی اس حکمت سے نوازا گیا تھا، چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"(اور ان سے کہا تھا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔ اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، وہ خود اپنے فائدے کے لیے شکر کرتا ہے"۔ (سورۃ لقمان: آیت 12)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شکر گزاری کی ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کے اعلیٰ اخلاقیات میں سے ایک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اخلاقیات کی اہمیت کچھ ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ

"اور بے شک مجھے اخلاقیات کی بہتری کے واسطے بھیجا گیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ادراک اور پہچان، اور ان کا دل سے اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنا۔ اپنی عاجزی کو ظاہر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی محتاجی کا اعتراف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زبانی شکر بجا لانا، اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کو معصیت اور گناہوں میں استعمال کرنے سے بچانا۔ جس طرح ایک بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا ضروری ہے بالکل اسی طرح آپس میں ایک دوسرے کا شکر گزار ہونا بھی لازمی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا مکمل شکر گزار نہیں ہو سکتا جب تک وہ بندوں کا شکر گزار نا ہو۔"

اس لئے کسی انسان کے احسان کے بدلے اس کا شکریہ ادا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں شامل ہے۔

غرض یہ کہ اسلام میں شکر گزاری ایک جامع وصف ہے جس میں انسان کے اعمال، گفتار اور دلی کیفیت شامل ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کی محبت اور عقیدت کا رشتہ اپنے رب العالمین سے مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

- مولانا عبیر الحسن تھانوی

ڈاکٹر شبیر احمد (کوآرڈینیٹر) - 0414 944 831
مولانا اشفاق اکبر (ایڈیٹر) - 0405 134 416
مولانا اکرام احمد (ایڈیٹر، ڈیزائن اور گرافکس) - 0449 050 823
ترجمہ: انگریزی سے اردو: مولانا نصیر احمد (پاکستان)